خالد مسعود

بنو ہاشم کا مقاطعہ اور دعوت مصالحت

[''سیر وسوانح'' کے زیر عنوان شائع ہونے والے مضامین ان کے فاضل مصنفین کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتے ہیں، ان سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جوں جوں قریش کو احساس ہوتا کہ نئے دین سے متعلق معاملات ان کی گرفت میں نہیں آ رہے ہیں تو وہ اہل ایمان اور ان کے معاونین کے خلاف ایک کے بعد دوسرا سخت اقدام تجویز کرتے تا کہ ان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکیں اور نئے دین کی دعوت کامیاب نہ ہونے پائے۔ بنو ہاشم نے چونکہ آنحضرت کو تحفظ فراہم کر رکھا تھا اور قریش متعدد کوششیں کرنے کے باوجود ابو طالب کو حضور ﷺ کی حمایت سے دست بردار کرنے میں ناکام ہو چکے تھے۔ اس لیے قدرتی طور پر بعض جذباتی لوگوں نے خود بنی ہاشم ہی کو اس حمایت کی سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ اس کی شکل ان کو معاشرتی مقاطعہ کی سوجھی۔

مقاطعہ کی معروف روایت

عام طور پر سیرت نگاروں نے مقاطعہ کے بارے میں جس روایت پر انحصار کیا ہے وہ یوں ہے کہ جب قریش کو رسول اللہ ﷺ کے لیے نجاشی کے اظہار عقیدت اور مسلمانوں کے لیے خیر سگالی کے جذبات گراں گزرے تو انھوں نے رسول اللہ کو، معاذ اللہ، قتل کرنے پر اتفاق کر لیا۔ انھوں نے بنو ہاشم کے خلاف ایک معاہدہ تحریر کیا کہ جب تک یہ خانوادہ محمد (ﷺ) کو ان کے حوالہ نہیں کر دیتا، قریش کا کوئی خاندان بنو ہاشم سے نہ تو شادی اور نکاح کا تعلق جوڑے

گا، نہ ان سے تجارت کرے گا، اور نہ ان سے میل جول رکھے گا۔ یہ معاہدہ تحریر کر کے خانہ کعبہ کے اندر لٹکا دیا گیا۔ روایت کے مطابق اس معاہدہ کے تحت کارروائی کرتے ہوئے محرم ۷ نبوی میں بنو ہاشم اور ان کے حمایتی بنو مطلب کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا۔ نہ ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز جانے دی جاتی اور نہ بیرونی تاجروں سے ان کو کچھ خریدنے دیا جاتا۔ وہ بیریوں کے پتے کھا کھا کر گزارا کرتے۔ سعد بن ابی وقاص کی بھوک کے مارے یہ حالت ہو گئی کہ ان کو سوکھا ہوا چمڑا ہاتھ لگا تو اسی کو آگ پر بھون کر انھوں نے چبالیا اور پانی سے نگل لیا۔ بعض اچھے لوگ کسی جانور پر غلہ لاد کر شعب ابی طالب کی طرف ہانک دیتے۔ بنو ہاشم کے بچے بھوک سے بلکتے تو قریش ان کی آوازیں سن سن کر خوش ہوتے۔ بنو ہاشم نے یہ مصیبتیں تین سال تک جھیلیں۔ بالآخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو بتایا کہ معاہدہ کی دستاویز کو دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ ابو طالب کفار کے پاس گئے اور کہا کہ معاہدہ پیش کرو۔ میرے بھتیجے کے کہنے کے مطابق اس میں کوئی تحریر نہیں۔ اگر اس کی بات غلط ثابت ہوئی تو میں اس کو تمھارے حوالے کر دوں گا۔ جب معاہدہ لایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کی تحریر دیمک کے ہاتھوں محو ہو چکی ہے۔ اس موقع پر قریش کے بعض وسیع الظرف سرداروں مثلاً مطعم بن عدی، ابوالبختری بن ہاشم، زمعہ بن الاسود، عدی بن قیس اور زہیر بن ابی امیہ نے یہ موقف اختیار کیا کہ ہم یہ ظلم مزید نہیں ہونے دیں گے اور وہ محصورین کو گھاٹی سے نکال لائے۔ وہ اس سے قبل بھی اس ظالمانہ معاہدہ کے خلاف آواز بلند کرتے رہے تھے۔

اس روایت کی رو سے قریش کا ہر خانوادہ اس بات کا پابند تھا کہ وہ:

(ا) بنو ہاشم سے شادی بیاہ کا تعلق قائم نہیں کرے گا۔

(ب) ان سے تجارت نہیں کرے گا۔ اور

(ج) ان سے میل جول نہیں رکھے گا۔

جب تک کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے نہیں کر دیتے کہ قریش ان سے نجات حاصل کر سکیں۔

اس مضمون کی دوسری روایات تفصیلات میں باہم مختلف ہیں۔ بعض روایات کی رو سے قریش نے بنو ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا لیکن بعض کے نزدیک بنو ہاشم اپنی مصلحت کے تحت یکجا ہو گئے۔ مختلف روایات محصوری کی مدت ۲ سال، ۳ سال یا اس سے کم یا زیادہ بتاتی ہیں۔ دیمک نے معاہدہ کے جس حصہ کو چاٹ لیا تھا اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ ابتدائی الفاظ 'باسمك اللّٰهم' تھے یا یہ الفاظ تو باقی رہ گئے، اصل معاہدہ تلف ہو گیا۔

ہمارے نزدیک ان روایات کے مضمون پر کچھ سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔ مثلاً:

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

(ا) معاہدہ کی شقوں میں بنو ہاشم کے ساتھ شادی بیاہ اور تجارتی لین دین کی ممانعت تو ہے لیکن ان کا محاصرہ کرنے کی کوئی شق کسی روایت میں موجود نہیں۔ لہٰذا اس معاہدہ کے تحت ان کا محاصرہ کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا اور کوئی قرشی خانوادہ ایسا کرنے کا پابند نہیں تھا۔ جو چیز معاہدہ میں تھی ہی نہیں تو اس پر قریش نے بالاتفاق عمل کیسے کر لیا!

(ب) یہ معاہدہ بنو ہاشم اور ان کے حمایتی بنو مطلب کے خلاف تھا۔ دوسرے خانوادے اس سے متاثر نہیں ہوتے تھے لیکن روایت کی رو سے حضرت سعد بن ابی وقاص کو چمڑے کا ٹکڑا کھاتے ہوئے بتایا گیا ہے جبکہ وہ بنو زہرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ وہ محصورین میں کیسے شامل ہو گئے؟ اگر ان کو زبردستی وہاں گھسیٹ لیا گیا تھا تو بنو زہرہ ان کی مدد کو کیوں نہ آئے؟

(ج) معاہدہ کی رو سے صرف قریش پر بنو ہاشم سے تجارت پر پابندی عائد کی گئی۔ غیر قرشیوں یا بیرونی تاجروں پر یہ معاہدہ لاگو نہیں ہوتا تھا۔ اس صورت میں بنو ہاشم کے لیے کوئی رکاوٹ نہ تھی کہ وہ ضرورت کی اشیا دوسرے تاجروں سے حاصل کریں اور اپنے بچوں کو بھوک سے ہلکان نہ کریں۔ لیکن روایت کے مطابق تین سال تک بنی ہاشم بھوکے محصور رہے۔

(د) عرب معاشرہ میں کسی بھی شخص کو قتل کرنا آسان کام نہ تھا۔ قریش کو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل مطلوب تھا تو اس کے لیے فیصلہ کرنے کی بہترین جگہ دار الندوہ تھی جہاں قریش اہم فیصلے پورے سوچ بچار کے بعد اجتماعی طور پر کیا کرتے تھے لیکن اس موقع پر دار الندوہ میں کوئی مجلس منعقد نہیں ہوئی۔ اس سے باہر کیا گیا کوئی بھی اہم فیصلہ قریش کا اجتماعی فیصلہ نہیں کہلاتا تھا، لہٰذا وہ قابل عمل نہیں ہوتا تھا۔ اس واقعہ کے کئی سال بعد وہ وقت آیا جب قریش کے تمام خانوادوں نے دار الندوہ میں جمع ہو کر بڑی بحث و تمحیص کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تدابیر پر اتفاق کیا۔ چونکہ بعد کا یہ فیصلہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ کیا گیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو ان کے دشمنوں سے نجات دی اور آپ کو ہجرت کر جانے کا حکم ہوا۔

(ھ) بنو ہاشم کے محاصرہ کا واقعہ، اور وہ بھی تین سال کے لیے، اگر پیش آیا ہوتا تو یہ اتنا غیر معمولی تھا کہ اس کی صدائے بازگشت پورے عرب میں سنائی دیتی کیونکہ بنو ہاشم حاجیوں کی مہمان داری، ان کو پانی پلانے، بیت اللہ کی دیکھ بھال اور مسافروں کی خدمت پر مامور تھے۔ ان کا اپنی ذمہ داریوں سے غائب ہونا پورے ملک میں ہلچل پیدا کر دیتا۔ تاریخ میں اس بات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ بنو ہاشم کو منظر سے ہٹا کر ان کی حج و عمرہ کی منصبی خدمات کے لیے کون سا متبادل نظام وضع کیا گیا تھا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ان حقائق کی روشنی میں اس طرح کی مضطرب روایات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ معاملہ کی شکل وہ نہیں رہی جو ان روایات کی روشنی میں دکھائی دیتی ہے۔

واقعہ کی ممکن شکل

حضرت ابوہریرہ حجۃ الوداع کے ضمن میں بیان کرتے ہیں کہ جب ہم منیٰ میں مقیم تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل ہم بنو کنانہ کی گھاٹی میں اتریں گے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں لوگوں نے کفر کی حمایت میں باہم قسمیں کھائی تھیں۔ قریش اور بنو کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف حلف اٹھایا کہ وہ ان سے نکاح کا رشتہ جوڑیں گے اور نہ تجارت کا معاملہ کریں گے جب تک کہ وہ رسول اللہ کو ان کے حوالہ نہیں کر دیتے[1]۔

یہ روایت اصل حقیقت سے قریب تر معلوم ہوتی ہے۔ اس کی رو سے واقعہ کی جو شکل سامنے آتی ہے وہ کچھ یوں ہے کہ کفار قریش کے ایک طبقہ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب (جو بنو ہاشم کا ساتھ دینے میں ثابت قدم رہے تھے) کے معاشرتی مقاطعہ پر باہم حلف اٹھایا جس کے تحت ان کے ساتھ رشتہ نکاح قائم کرنا اور تجارت میں اشتراک یا لین دین ختم کر دیا گیا۔ اس میں کوئی ایسی شق نہ تھی جس کے تحت بنو ہاشم کو خوراک پہنچانا منع کیا گیا ہو یا ان کی نظر بندی مقصود ہو۔ یہ حلف مکہ میں نہیں بلکہ منیٰ کی ایک گھاٹی میں اٹھایا گیا اور اس کی حیثیت حلف اٹھانے والوں کی نظروں میں جو بھی رہی ہو، یہ قریش کا معاہدہ نہیں تھا۔ لہٰذا اس کے لکھنے لکھانے کی نوبت نہیں آ سکتی تھی۔ اس پس منظر میں دیکھا جائے تو حسب ذیل نتائج بہ آسانی نکالے جا سکتے ہیں۔

۱۔ یہ قریش کا کوئی ایسا اجتماعی معاہدہ نہیں تھا جو سوچ بچار کے بعد طے پایا ہو یا جسے تحریر کیا گیا ہو اور اس کی کوئی مدت مقرر رہو۔ قریش اور بنو کنانہ کے کچھ لوگوں نے بنی ہاشم کو زچ کرنے کے لیے بنو کنانہ کی گھاٹی میں اکٹھے ہو کر قسمیں کھائیں اور ان کے معاشرتی مقاطعہ کا فیصلہ کیا۔ زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ کچھ جذباتی لوگوں نے باہم یہ حلف اٹھایا ہو اور خاندانوں کے بڑے اس میں شامل نہ رہے ہوں۔ اس حلف میں بھی بنو ہاشم کی محصوری کی کوئی بات نہ تھی۔

۲۔ اس فیصلہ کو بعض اہم قرشی سرداروں، جن کے نام اوپر بیان ہو چکے ہیں، کی اشیرباد حاصل نہ تھی۔ وہ برابر اس کو ظلم و زیادتی قرار دے کر حلف اٹھانے والوں سے جھگڑتے رہے۔ بالآخر انھی کی کوششوں سے یہ محاذ آرائی ختم ہوئی۔

---

[1] صحیح مسلم۔ باب استحباب النزول بالمحصب یوم النحر۔ ج۱، ص ۵۴۹۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اس سے معلوم ہوا کہ یہ قریش کا متفقہ فیصلہ نہ تھا اسی لیے اس کی خلاف ورزی کے واقعات بھی روایتوں میں ملتے ہیں۔

۳۔ چونکہ محاصرہ نام کی کوئی چیز نہیں تھی اس لیے بنو ہاشم کے رشتہ دار ضرورت کی اشیا اپنے عزیزوں کو پہنچا سکتے تھے۔ چنانچہ حکیم بن حزام کے غلہ پہنچانے کا ذکر روایات میں ہوا ہے۔

۴۔ ابوہریرہ کی روایت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بنو ہاشم کتنا عرصہ اس حلف کے باعث پریشان رہے۔ لیکن یہ پریشانی یقیناً محصوری یا خوراک نہ ملنے کی نہیں تھی بلکہ وہ پریشانی تھی جو بعض ایسے لوگوں کی طرف سے معاشرتی مقاطعہ کے سبب سے ہوتی ہے جن کے ساتھ پہلے تعلقات درست رہے ہوں۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے قریش اور بنو کنانہ کے بطون میں لوگ ایمان لا چکے تھے۔ چونکہ یہ حلف صرف بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف تھا لہٰذا باقی بطون کے مسلمان مثلاً ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور وہ تمام لوگ جن کے نام ان کے خانوادوں کے حوالہ سے اوپر بیان ہو چکے ہیں اس سے قطعاً متاثر نہیں ہوئے۔ لہٰذا اس مقاطعہ نے دعوت دین کے معاملہ میں مسلمانوں کے لیے کوئی رخنہ نہیں ڈالا۔

علی ہذا القیاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے لوگوں کے مسجد حرام میں آنے جانے یا شہر میں گھومنے پھرنے پر کوئی پابندی نہ تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کا کام حسب سابق جاری رہا۔ اسی طرح حج و عمرہ کے حوالہ سے بنو ہاشم اپنی ذمہ داریاں ادا کر سکتے تھے۔

۵۔ حلف میں شامل لوگوں کے سوا بنو ہاشم باقی لوگوں اور اہل مکہ سے مال لے سکتے تھے اور تجارتی لین دین کر سکتے تھے۔ ان پر اس حلف کا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔

۶۔ روایتوں میں محصوری کا مقام شعب ابی طالب بتایا جاتا ہے جبکہ اس نام کی کوئی جگہ مکہ کے آس پاس ثابت نہیں ہے۔ اگر ہو سکتا ہے تو شعب بنی ہاشم مراد ہو سکتا ہے۔ یہ مکہ کا وہ محلّہ ہے جس میں بنو ہاشم کی بڑی تعداد مقیم تھی اور جو ماضی قریب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جاے ولادت کے جنوب مغرب میں موجود رہا ہے۔ حرم شریف کی توسیع کے پروگرام میں اس محلّہ اور اس پہاڑی کا، جس پر یہ آباد تھا، نام و نشان مٹ گیا ہے۔ اس شعب کے بارے میں یہ تصور بالکل غلط ہے کہ یہ مکہ سے دور کوئی گھاٹی تھی جس میں بنو ہاشم قید ہو گئے تھے جبکہ خود روایات میں یہ بیان ہوا ہے کہ بچے جب بھوک سے روتے تو کفار ان کی آوازیں سن کر ہنستے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب گھاٹی مکہ کے دوسرے محلوں کے قریب ہی واقع ہو۔ اسی طرح یہ محلّہ بھی مکہ کے دوسرے علاقوں کی طرح بنجر تھا، اس میں

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

بیریوں کے باغ نہیں تھے جن کے پتوں پر بنو ہاشم اتنا عرصہ گزر اوقات کرتے رہے ہوں۔

اگر بنو ہاشم اپنے اس محلّہ میں اکٹھے ہوئے ہوں تو اس کی یہ شکل ممکن ہے کہ بعض لوگوں کے اس جذباتی حلف کے پیش نظر ابو طالب نے محلّہ سے باہر آباد بنو ہاشم کو یکجا ہو جانے کی ہدایت کی ہو تا کہ وہ لوگ کفار کی کسی زیادتی کا نشانہ نہ بننے پائیں۔ پھر جب قریش کے اچھے لوگوں نے شرارتی لوگوں کو لگام ڈال لی ہو تو بنو ہاشم دوبارہ اپنے مکانات میں منتقل ہو گئے ہوں۔ یہ بات ایک روایت میں بیان بھی ہوئی ہے[۲]۔

دعوت مصالحت

قریش نے جب دیکھا کہ ان کی سخت گیری سے معاملہ بگڑ رہا ہے اور نیا دین معاشرہ میں جڑ پکڑ رہا ہے تو انھوں نے ایک سیاسی چال چلی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ آپ لوگ ہمارے بھائی بند ہیں۔ ہمیں آپ کی مخالفت سے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ آپ کے ساتھ ہماری بڑی توقعات وابستہ تھیں کہ بنی ہاشم کی آپ قیادت کریں گے تو ہم سب کے وقار میں اضافہ ہوگا۔ اب بھی ہماری خواہش یہ ہے کہ آپ اپنی تعلیم کے ان حصوں میں، جو ہمارے لیے وحشت کا باعث بنتے ہیں، ترمیم کر کے ان کو ہم لوگوں کے لیے قابل قبول بنا دیں، نیز ہماری بعض عادات چونکہ نہایت پختہ ہو چکی ہیں جس کے باعث آپ کے بتائے ہوئے احکام کی موجودہ شکل میں لوگوں کے لیے ان پر عمل کرنا مشکل محسوس ہوتا ہے لہٰذا ان میں ذرا سا رد و بدل کر دیں تو پھر ہمارے لیے آپ کی باتوں کو ماننا ممکن ہو جائے گا۔ ہمارے عوام بھی آپ کے دین کو اختیار کر لیں گے۔ اس طرح آپ کی کامیابی کی منزل قریب آ جائے گی۔

اس طرح کی تجویز آدمی کو غور کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ وہ اس کے امکانات کا جائزہ لینے پر تیار ہو جاتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اگر میں وقتی طور پر ان لوگوں کو کچھ رعایت دے دوں تو شاید کچھ عرصہ بعد یہ لوگ حقیقی دین کے رمز شناس ہو کر پورے دین پر عمل کرنے لگیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم سے محبت تھی، آپ اس کے ایمان کے حریص تھے اور چاہتے تھے کہ یہ لوگ اپنی نادانی میں جہنم کا ایندھن نہ بن جائیں۔ لہٰذا آپ اس تجویز کے بارے میں سوچنے لگے۔ پیغمبر چونکہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے نمائندہ کی حیثیت سے کام کر رہا ہوتا ہے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ اس طرح کے مواقع میں جہاں پیغمبر مذبذب ہو کر خود کوئی فیصلہ نہ کر پا رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو غلط اقدام سے روک کر

۲۔ سیرۃ النبیؐ۔ ابن کثیر۔ ج ۱، ص ۳۴۴۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

صحیح سمت میں اس کی رہنمائی کر دیتا ہے۔ یہی صورت حال یہاں پیش آئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تذبذب کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا. وَلَوْ لَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا. اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا. (بنی اسرائیل ۱۷: ۷۳-۷۵)

''اور بے شک قریب تھا کہ وہ تم کو فتنوں میں ڈال کر اس چیز سے ہٹا دیں جو ہم نے تم پر وحی کی ہے تاکہ تم اس سے مختلف ہم پر افترا کر کے پیش کرو، اور تب وہ تم کو اپنا گاڑھا دوست بنا لیتے اور اگر ہم نے تم کو جمائے نہ رکھا ہوتا تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ جھک پڑو۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم تم کو زندگی اور موت دونوں کا دوگنا عذاب چکھاتے، پھر تم ہمارے مقابل میں اپنا کوئی مددگار نہ پاتے۔''

دوسرے مقام پر قرآن میں یوں بیان ہوا ہے:

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ. قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ. قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ. اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. (یونس ۱۰: ۱۵-۱۶)

''اور جب ہماری کھلی ہوئی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کے متوقع نہیں ہیں، کہتے ہیں: اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں ترمیم کر دو۔ کہہ دو: مجھے کیا حق ہے کہ میں اپنے جی سے اس میں ترمیم کر دوں۔ میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر آتی ہے۔ اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو ایک ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ کہہ دو اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو نہ میں اس کو تمھیں سناتا اور نہ وہ اس سے تمھیں باخبر کرتا۔ میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر بسر کر چکا ہوں۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟''

یعنی کتاب میری اپنی تصنیف نہیں کہ میں اپنی مرضی سے اس کے مضامین میں تغیر و تبدل کر دوں۔ یہ خدا کا کلام ہے جس کی پیروی پر میں مامور ہوں۔ میں اس کی کسی بات کو منسوخ نہیں کر سکتا۔ اگر میں ایسا کروں تو میں خدا کی پکڑ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.org

میں آ جاؤں گا۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا. اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا. (الجن۷۲:۲۶-۲۸)

''غیب کا جاننے والا وہی (خدا) ہے اور وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ رہے وہ جن کو وہ رسول کی حیثیت سے انتخاب فرماتا ہے تو وہ ان کے آگے اور پیچھے پہرہ رکھتا ہے کہ دیکھے کہ انھوں نے رب کے پیغام پہنچا دیے۔ اور وہ ان کے گرد و پیش کا احاطہ کیے اور ہر چیز کو شمار میں رکھے ہوتا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جب غیب کی باتیں وحی کی صورت میں اپنے رسول کے حوالہ کرتا ہے تو پھر رسول کو آزاد نہیں چھوڑ دیتا کہ اب وہ اپنی مرضی سے لوگوں کے ساتھ جو معاملہ چاہے کر لے۔ بلکہ رسول کو سخت نگرانی میں رکھتا ہے۔ اس کے اردگرد فرشتوں کا پہرہ لگا دیتا ہے تاکہ اس کا پیغام صحیح شکل میں رسول کی قوم تک پہنچ جائے۔ لہٰذا اس بات کا کوئی امکان نہیں ہوتا کہ پیغمبر اپنے طور پر یا دوسروں کے کہنے پر کلام خداوندی میں کوئی تغیر و تبدل کر سکے۔ اس مضمون کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ. لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ. ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ. فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ. وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ. (الحاقہ ۶۹:۴۳-۴۸)

''یہ (قرآن) خداوند عالم کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔ اور اگر یہ (پیغمبر) ہم پر کوئی بات گھڑ کر لگاتا تو ہم اس کو قوی بازو سے پکڑتے، پھر ہم اس کی شاہ رگ ہی کاٹ دیتے۔ پس تم میں سے کوئی بھی اس سے ہم کو روکنے والا نہ بن سکتا۔ اور یہ تو خدا سے ڈرنے والوں کے لیے ایک یاد دہانی ہے۔''

یہاں قریش کو بتایا ہے کہ جس شخص کو رسول منتخب کیا جاتا ہے اس سے اس بات کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا کہ وہ وحی خداوندی میں اپنی جانب سے جھوٹ کی ملاوٹ کر دے۔ اگر کوئی رسول ایسا کرنے کی جسارت کرے تو اس خیانت پر اسی لمحے اس کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رہنمائی دی کہ نازل شدہ وحی کو بے کم و کاست لوگوں تک پہنچانا تمھاری ذمہ داری ہے۔ یہ لوگ تو چاہتے ہیں کہ تم اگر نرمی اختیار کرو تو یہ بھی اپنی مخالفت میں نرمی پیدا کر لیں گے، لیکن تم اس

تعلیم میں تبدیلی کرنے کے مجاز نہیں ہو۔تم خدا کے آگے مسئول ہو، ان لوگوں کے آگے مسئول نہیں ہو۔لہٰذا مخالفین خواہ کتنا ہی زور لگائیں وہ اللہ کی آیات سے تمھیں روکنے نہ پائیں۔ یہ جن باتوں سے چڑتے ہیں ان کو برملا اور ڈنکے کی چوٹ کہو۔خدا کی اتاری ہوئی بات نہ واپس ہو سکتی ہے اور نہ دبائی جا سکتی ہے۔ یہاں سے ایک سیاسی لیڈر اور ایک پیغمبر کا فرق واضح ہوتا ہے۔پیغمبر اپنے موقف میں تبدیلی نہیں لا سکتا لیکن سیاسی لیڈر وقتی مصالح کے تحت فیصلے کرتا ہے اور اس طرح کے مواقع سے فائدہ اٹھاتا ہے جس طرح کے مواقع قریش نے پیدا کیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مراعات دینے کا فیصلہ کیا۔

مذکورہ دعوت مصالحت ہی کے سلسلہ میں قریش کا ایک وفد ابوطالب سے بھی ملا۔انھوں نے ان سے درخواست کی کہ اپنے بھتیجے کو قائل کریں کہ وہ اپنی دعوت میں ترمیم کرے اور اس کے بدلے میں وہ جو دولت، عزت، شرف اور سیادت قوم سے حاصل کرنا چاہتا ہے ہم وہ اس کے قدموں میں ڈالنے کو تیار ہیں۔ابوطالب نے حضورؐ کو بلایا اور قریش کی تجویز آپ کے سامنے رکھی۔اس پر آپ نے مشہور و معروف جملہ کہا کہ چچا جان، اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی لا کر رکھ دیں کہ میں اس دعوت سے دستبردار ہو جاؤں تو یہ چیز مجھے قبول نہیں۔اس پر ابوطالب نے کہا کہ اچھا تم اپنا کام کیے جاؤ۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

مخالفین جب سمجھوتے کی کسی تجویز کے بروئے کار آنے سے مایوس ہو گئے تو انھوں نے دہشت گردی کا بازار پھر سے گرم کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر سختیاں پھر سے شروع کر دیں۔

حضرت ابوبکر کا ارادۂ ہجرت

حضرت ابوبکر صدیق قریش میں نہایت معزز سمجھے جاتے تھے اور مکہ کی ریاست میں دیت اور تاوانوں کے معاملات طے کرنا ان کی ذمہ داری تھی۔اس کے باوجود قریش کی نگاہوں میں ان کا اسلام لانے کا جرم بری طرح کھٹکتا تھا۔وہ صاحب عزیمت آدمی تھے اور غریب مسلمانوں کی پشت پناہی سے کبھی گریز نہیں کرتے تھے۔سنگین سے سنگین حالات میں ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔لیکن اب قریش اتنے وحشی ہو رہے تھے کہ حضرت ابوبکر جیسے عزم کے پہاڑ نے بھی سوچا کہ مکہ سے ہجرت کر جائیں اور حبشہ میں دوسرے مسلمانوں سے جا ملیں۔مکہ سے نکل کر کئی میل کا فاصلہ طے کر چکے تھے کہ ایک دوست ابن الدغنہ، جو قارہ قبیلہ کا سردار تھا، سے ملاقات ہو گئی۔اس نے پوچھا، ابوبکر کہاں جانے کا ارادہ ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔اب

میں چاہتا ہوں کہ زمین میں چل پھر کر خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا کہ میں تمھیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں، واپس چلو۔ یہ واپس آ گئے تو ابن الدغنہ نے قریش کے تمام خانوادوں کے سرداروں سے ملاقاتیں کیں اور اپنی پناہ کے حوالے سے کہا کہ ابوبکر جیسا شخص نہ مکہ سے نکل سکتا اور نہ نکالا جا سکتا ہے۔ کیا تم ایک ایسے شخص کو نکالو گے جو غریبوں کی اعانت کرتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، لوگوں کا بار اٹھاتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور لوگوں کی مشکلات میں ان کا سہارا بنتا ہے۔ قریش نے ابن الدغنہ کی پناہ کو تسلیم کر لیا اور حضرت ابوبکر کو اجازت دے دی کہ اپنے گھر میں اللہ کی عبادت کریں، نماز پڑھیں اور قرآن کی قرأت کریں مگر اس کا اعلان نہ کریں کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ اس طرح وہ ہمارے بچوں اور عورتوں کو بہکا دیں گے۔ حضرت ابوبکر نے گھر کے سامنے صحن چھوڑا ہوا تھا۔ انھوں نے اس میں جاے نماز بنالی۔ وہاں نماز پڑھتے اور قرأت کرتے۔ جب قرآن پڑھتے تو اپنے آنسوؤں پر قابو نہ پا سکتے۔ مکان کے پاس سے گزرنے والے لوگ تعجب سے ان کو دیکھتے اور متاثر ہوتے۔ اس چیز نے مشرکین کو گھبرا دیا۔ انھوں نے ابن الدغنہ سے کہا کہ ابوبکر کو کنٹرول کریں۔ ابن الدغنہ نے ابوبکر سے کہا کہ گھر کے اندر عبادت کیا کریں۔ اگر علانیہ ایسا کرنا ہے تو میرا ذمہ خود ہی لوٹا دیں۔ کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اہل عرب یہ کہیں کہ اس شخص نے ایک آدمی کو پناہ دی، پھر خود ہی اپنی امان کو توڑ دیا۔ حضرت ابوبکر جیسا آدمی اس طرح کی پناہ گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ انھوں نے کہہ دیا کہ میں آپ کی پناہ آپ کو واپس کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی پناہ پر راضی ہوں۔ اس کے بعد انھوں نے کفار کی زیادتیوں کا خود ہی مقابلہ کرنے کی ٹھانی اور حبشہ کو ہجرت کا خیال دل سے نکال دیا[۳]۔ یوں اللہ تعالیٰ نے کمزور مسلمانوں کے ایک ہمدرد اور خیر خواہ کو ان کی سرپرستی کے لیے مکہ ہی میں رکھا۔ ان کے قیام کا دوسرا فائدہ یہ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد ترین دوست تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہم امور میں ان کے مشورہ سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ مشورہ کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر ہی کے ہمراہ ہجرت فرمائی۔

۳؎ صحیح بخاری۔ کتاب الکفالہ۔ باب جوار ابی بکر فی عہد النبیؐ وعقدہٖ۔ ج ۳، ص ۱۲۶۔ دار احیاء التراث العربی۔